❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت قرآن کریم
وقت 5-7 منٹ

شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ

(خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر4)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۬ۙ وَھُدًی وَّرَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ ھُوَخَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ

(یونس:58-59)

اے انسانو!یقیناً تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت کی بات آچکی ہے اِسی طرح جو (بیماری) سینوں میں ہے اس کی شفا بھی۔اور مؤمنوں کے لئے ہدایت اور رحمت بھی۔تُو کہہ دے کہ (یہ) محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے۔پس اس پر چاہئے کہ وہ بہت خوش ہوں۔وہ اُس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہ اصفیٰ نکلا

(درثمین)

معزز سامعین! ہم تقریر نمبر3 میں سُن آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شِفَآءٌ کا لفظ قرآن کریم میں دو چیزوں کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ایک شہد کے لئے اور دوسرا روحانی معنوں میں قرآن کریم کے لئے فرماتا ہے۔شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ۔جس پر آج میری دوسری تقریر ہے۔اس میں خلفائے احمدیت کے اِرشادات پیش کئے جائیں گے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

”یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۬ۙ وَھُدًی وَرَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ

ترجمہ۔اے لوگو!تمہارے پاس آئی نصیحت تمہارے ربّ کی طرف سے اور وہ قرآن شفاء ہے ان بیماریوں کے لئے جو سینے میں (شبہات پیدا کرتی) ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے مؤمنوں کے لئے۔

ھُدًی۔بیمار کے لئے پہلے ازالہ مرض کی ضرورت ہوتی ہے پھر قوّت کی۔قرآن مجید روحانی امراض کو دور کرکے ترقیات کے لئے قوت دیتا ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد3 صفحہ116 ایڈیشن2024ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ان آیات کے تحت فرماتے ہیں۔

”یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۬ۙ وَھُدًی وَرَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

اے لوگو!تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے یقیناً ایک (ایسی کتاب جو سراسر) نصیحت (ہے) اور (ہر) اس (بیماری) کے لئے جو سینوں میں (پائی جاتی) ہو شفا (کا سامان ہے) اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت (ہے) آئی ہے۔

مَوْعِظَةٌ اَلْمَوْعِظَۃُ نصیحت وعظ کا اسم مصدر ہے۔ وَعَظَہٗ نَصَحَہٗ وَذَکَّرَہٗ مَا یُلَیِّنُ الْقُلُوْبَ مِنَ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ۔ ایسی نصیحت کی جو دل کو نرم کر دے۔ کہیں سزا کی باتیں بتابتا کر اور کہیں کامیابی کے رستے بتابتا کر خلیل نحوی ادیب نے وعظ کے معنی ھُوَالتَّذْکِیْرُ بِالْخَیْرِ فِیْمَا یَرِقُّ لَہُ الْقَلْبُ کئے ہیں یعنی وعظ ایسی باتوں کے یاد دلانے کو کہتے ہیں جن کے سننے سے دل میں نرمی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ اَلْمَوْعِظَۃُ کَلَامُ الْوَاعِظِ مِنَ النَّصْحِ وَالْحَثِّ وَالْاِنْذَارِ مَوْعِظَۃٌ اس کلام کو کہتے ہیں جو نہایت اخلاص پر مبنی ہو اور نیک باتوں کی طرف ترغیب دے اور بُری باتوں سے ڈرائے۔ (اقرب)

آنحضرتؐ کی کامیابی کا راز مادی قوت میں نہیں بلکہ ان اعلیٰ کمالات میں مضمر ہے جن پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ پہلے تو ایک لطیف پیرایہ میں نصیحت کی کہ عذاب کی خواہش نہیں کرنی چاہیے۔ پس تم عذاب نہ مانگو۔ پھر مختلف طریقوں سے انہیں عذاب کی حکمتیں سمجھائی ہیں اور اب فرمایا کہ آؤ! ہم تم کو بتائیں کہ یہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کس طرح کامیاب ہو گا؟ اس کی کامیابی کا راز فوجوں میں اور مال میں اور جتھے میں پوشیدہ نہیں ہے بلکہ اس کی کامیابی تمام تر اُس کتاب کے کمالات سے وابستہ ہے جو اسے ملی ہے۔ ایسی باکمال کتاب کا مقابلہ دیر تک نہیں کیا جاسکتا۔ آخر انسان اسی کی طرف لوٹنے پر مجبور ہوتا ہے۔

مَوْعِظَۃٌ کی تفصیل: جو کتاب اسے ملی ہے وہ موعظہ ہے۔ یعنی (1) اس میں لوگوں کے فائدے کی باتیں ہیں جو اخلاص سے پُر ہیں اور اخلاص کا کلام آخر دل پر اثر کرکے ہی رہتا ہے۔ جس وقت تم غور کرو گے کہ اس کلام میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی فائدہ بالکل نہیں اس کے ذریعہ سے مال یا عزت یا دبدبہ یا حکومت کچھ بھی اسے مطلوب نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے میں صرف تمہارا ہی فائدہ ہے۔ تو خود بخود اس کی طرف توجہ کرو گے۔ (ب) دوسرے اس کے مطالب ایسے ہیں کہ جو دل کو نرم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت پر اس قدر زور ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (ج) اس میں تمہاری ترقی اور کامیابی کے گر بتائے گئے ہیں اور انہیں پیش بھی ایسے رنگ میں کیا گیا ہے کہ جس سے نفرت اور ضد نہ پیدا ہو بلکہ دل کو موہ لینے والا طریق اختیار کیا گیا ہے۔

شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ کی تفصیل (2) دوسرے یہ کتاب دلی شبہات کے لئے شفاء ہے۔ انسان خواہ کس قدر ہی گر جائے اس کی فطرت کبھی کبھی اس کے دل میں صداقت کے لئے تڑپ پیدا کر ہی دیتی ہے اور حقیقت کے معلوم کرنے کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہو ہی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ اور الہام اور دعا اور معاد اور ایسے ہی دیگر امور کے متعلق وہ ایک اطمینان چاہتا ہے لیکن جھوٹے مذاہب یا نامکمل اور بگڑے ہوئے مذہب اس کی تسلّی نہیں کر سکتے بلکہ ان سے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگتے ہیں اور اس وقت انسان خواہش کرتا ہے کہ کاش! کوئی ایسی راہ ہو کہ دل ان شبہات سے پاک ہو سکے۔ اس وقت تم اس کلام میں تسلّی پاؤ گے اور دیکھو گے کہ کس طرح امور ایمانیہ کے متعلق تمام شبہات کو یہ دور کرتا ہے اور خود بخود دل اس کی طرف مائل ہوں گے۔

ہدایت کی حقیقت (3) شبہات کے دور کرنے کے علاوہ انسان جب بزرگان دین کے حالات پڑھتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ کس طرح وہ لوگ ایک اعلیٰ یقین اور قربِ الٰہی کے مقام پر پہنچے ہوئے تھے اور دین کی باریکیاں ان کو بتائی گئی تھیں۔ اس وقت اس کا دل خواہش کرتا ہے کہ کاش! میرا علمی ایمان بھی مشاہدہ کی صورت میں بدل جائے اور میں بھی اپنی آنکھوں سے ان امور کو دیکھوں جن کو پہلے بزرگ دیکھتے چلے آئے ہیں۔ یہ خواہش بھی بہت سے لوگوں کے دلوں کو بے تاب کئے رکھتی ہے۔ پس اس حالت میں مبتلا لوگ بھی اس کتاب میں تسلی پائیں گے۔ اور حقیقی ہدایت ان کو ملے گی۔ جو بندہ کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتی ہے۔ اور جب لوگ دیکھیں گے کہ اس کتاب پر چل کر خدا مل سکتا ہے بغیر اس کے نہیں تو خود بخود اس کے قبول کرنے کی طرف متوجہ ہوں گے۔

رحمت یعنی خاص فضل (4) بعض لوگ ایسی موٹی عقل کے ہوتے ہیں کہ وہ علوم اور وجدان کی باریکیوں کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر مادی ترقیات ان کی توجہ کو کھینچ لیتی ہیں۔ سو ایسے لوگوں کی ہدایت کے لئے اس کتاب کے ساتھ خدا تعالیٰ کے خاص فضل بھی وابستہ ہیں جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے ان پر اللہ تعالیٰ خاص فضل کرے گا اور ان کو دنیوی ترقیات بھی عطا فرمائے گا۔ پس عوام الناس جو چیز کی حقیقت دیکھنے کے بجائے اس کے اثرات اور نتائج کو دیکھا کرتے ہیں ان ترقیات کو دیکھ کر جو اسلام سے وابستہ ہیں اسلام میں داخل ہوں گے اور انہی انعامات کو حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں گے۔ یہ چار امور ایسے ہیں کہ اگر ان پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اسلام کی ترقی بلکہ کل سچے دینوں کی ترقی انہی کے ذریعہ سے ہوئی ہے جو بہت ہی حسّاس لوگ تھے انہوں نے محض اس کی مخلصانہ تعلیم کو دیکھ کر ہی فائدہ اٹھالیا۔ جو ان سے سخت تھے انہوں نے عقلی دلائل سے تسلّی پائی۔ جو ان سے بھی سخت تھے انہوں نے مسلمانوں کی اخلاقی حالت میں تبدیلی اور تعلق باللہ کی حالت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کی جو اَور بھی سخت تھے انہوں نے اسلام کی ترقیات کو دیکھ کر اس کی سچائی کا یقین کیا اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے۔

لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔ اس پر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ خیالات تو دماغ میں پیدا ہوتے ہیں. پس سینوں والی بات یا دل کی بات کو اچھا کرنے کے کیا معنی ہوئے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ روحانی امور دل کے ساتھ ایک باریک تعلق رکھتے ہیں اور تمام روحانی لوگوں کا تجربہ ہے کہ دل کا روحانیات کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے۔ جس طرح روح کا علم

مادیات سے معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کا تعلق جو جسم سے ہے وہ دریافت نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ بات بھی مادی قواعد سے دریافت نہیں ہو سکتی کہ دل سے روح کا کیا تعلق ہے۔ پس اس معاملہ میں ہمیں تجربہ کاروں کے مشاہدہ پر یقین کرنا پڑے گا جو بالاتفاق اس امر کے گواہ ہیں کہ دل کا تعلق روحانی امور سے ضرور ہے۔ اور خیالات کا دماغ میں پیدا ہونا اس کے مخالف نہیں کیونکہ بالکل ممکن ہے کہ خون کے بعض تغیّرات خیالات کے اچھے ہونے یا بُرے ہونے پر خاص اثر رکھتے ہوں اور خون کا تعلق چونکہ دل سے ہے اس طرح دل بھی ایک مخفی اثر خیالات پر ڈالتا ہو اور یہ تو ظاہر ہے کہ خوراک کا اثر انسان کے خیالات پر پڑتا ہے اور وہ اثر خون کے سوا اور کسی طرح نہیں پڑ سکتا۔ پس ان معنوں میں دل بھی خیالات کا ایک منبع کہلا سکتا ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ بیان بھی کیا ہے اور غذا کا نیک اعمال کے ساتھ گہرا تعلق بتایا ہے۔ چنانچہ فرمایا یٰۤاَیُّہَا الرُّسُلُ کُلُوۡا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا (المؤمنون:52) یعنی پاکیزہ خوراک اعمال صالحہ کی توفیق کا ایک ذریعہ ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 130-132 ایڈیشن 2023ء)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

”یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ۬ۙ وَہُدًی وَّرَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ

اے وے تمام لوگو! جو اس دنیا میں بستے ہو یا مستقبل میں اس دنیا کو بساؤ گے تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آگئی ہے جو سراسر نصیحت ہے اور شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ وہ ہر اُس بیماری کے لئے جو شیطان سینوں میں پیدا کر سکتا ہے، شفا دینے والی ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ تو اُن سے کہہ دے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے وابستہ ہے۔ پس اس پر انہیں خوشی منانا چاہیے۔ جو کچھ دنیا کے اموال اور اس کی لذّتیں اور اس کی وجاہتیں اور اس کے اقتدار میں سے وہ جمع کر رہے ہیں ان سے یہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کی ہے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم مَوۡعِظَۃٌ (نصیحت) ہے اور اللہ تعالیٰ جس رنگ میں جن لوگوں کی گرفت کرتا ہے اور اپنے قہر اور غضب کا انہیں مورد ٹھہراتا ہے اور جس رنگ میں جن لوگوں پر اپنا فضل فرماتا ہے اور انہیں اپنی خوشنودی کے عطر سے ممسوح کرتا ہے۔ ان کے واقعات ایسے رنگ میں بیان فرماتا ہے جو دلوں پر اثر کرنے والا اور دلوں کو نرم کرنے والا ہوتا ہے۔

دوسرے یہ فرمایا کہ **یہ کتاب شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ ہے۔ جو بیماریاں سینہ و دل سے تعلق رکھتی ہیں اس کتاب میں ان تمام بیماریوں کا علاج پایا جاتا ہے اور جو نسخے یہ کتاب تجویز کرتی ہے ان کے استعمال سے دل اور سینہ کی ہر روحانی بیماری دور ہو جاتی ہے۔**

تیسری بات جو قرآن کریم کے متعلق یہاں بیان فرمائی ہے۔ وہ ھُدًی ہے۔ یعنی اس کی تعلیم ہدایت پر مشتمل ہے۔ وہ ان راہوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ جو اس کے قرب تک پہنچانے والی ہیں اور منزل بہ منزل بہتر سے بہتر ہدایت ان کی طاقت و استعداد کے مطابق ان کو عطا فرماتا ہے اور ہدایت کرتا چلا جاتا ہے حتّٰی کہ بندہ اپنے اچھے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنی جنّت اور اپنے ربّ کی رضا کو حاصل کر لیتا ہے۔ چوتھی بات قرآن کریم کے متعلق یہاں یہ بتائی گئی ہے کہ ایمان والوں کے لئے یہ رحمت کا موجب ہے یعنی جو لوگ بھی قرآن کریم کی بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جو بڑا احسان کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتا ہے۔ پہلی بات جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے قرآن کریم کے متعلق یہ بتائی گئی ہے کہ یہ مَوۡعِظَۃٌ ہے۔ **مَوۡعِظَۃٌ** یا وعظ کے عربی زبان میں معنی ہوتے ہیں۔ ایسی نصیحت جو جزا و سزا اور ثواب و عقاب کو اس طرح بیان کرنے والی ہو کہ اس سے دل نرم ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ اور رجوع کریں اور ان میں یہ خواہش پیدا ہو کہ دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی میں لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا ہے کہ ہم جو وعظ کرتے ہیں اور جس کا ذکر ہم نے قرآن کریم کے متعلق کیا ہے وہ یہ ہے وَمَاۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنَ الۡکِتٰبِ وَالۡحِکۡمَۃِ یَعِظُکُمۡ بِہٖ (البقرۃ:232) کہ ہم نے محض ”الکتاب“ ہی نہیں اُتاری اور صرف کامل ہدایتیں ہی اس میں ہم بیان نہیں کرتے بلکہ ہم ان کی حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں۔ ہر ہدایت کی وجہ بھی بتاتے ہیں، اس کے نتائج پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ہم تمہارے سامنے ایک تصویر لا رکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو ہماری ہدایات سے منہ موڑتے ہیں ان کے ساتھ ہمارا کیا سلوک ہوتا ہے۔ وہ مسل کے رکھ دیئے جاتے ہیں اور ہمارا قہر انہیں خاک اور راکھ کر چھوڑتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ ہماری ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں ہم انہیں ایسا اچھا بدلہ دیتے ہیں اور انہیں اتنا خوشکن ثواب حاصل ہوتا ہے اور اصلاحِ نفس کے ایسے مواقع انہیں میسّر آتے ہیں کہ نفس باقی ہی نہیں رہتا صرف ہماری محبت ہی باقی رہ جاتی ہے۔ مختلف رنگوں میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو قرآن کریم میں ہدایت کی راہیں بتلاتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ جنہوں نے پہلے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کی، جس قسم کی اور جس طرح انہیں سزائیں دی گئیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا بیان کثرت سے اس کتاب مجید میں پایا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جو ایمان لائے اور صدق ووفا سے انہیں خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہوا اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں ان پر نازل ہوئیں ان کی بھی ایک تصویر، ایک نقشہ قرآن کریم ہمارے سامنے رکھ رہا ہے۔ پس قرآن نصیحت بھی کرتا ہے۔ بعض باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور بعض باتوں سے روکتا ہے اور ساتھ ہی حکمتیں بھی بیان کرتا ہے کہ اس وجہ سے تمہیں ان باتوں سے روکا گیا ہے اور اس غرض کے لئے ان باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ سب باتیں **مَوْعِظَةٌ** کے اندر آجاتی ہیں۔ فرمایا ہماری یہ کتاب جو ہماری ربوبیت کے مظاہرہ کے لئے نازل کی گئی ہے ہم اس کے ذریعہ تمہاری نشوونما کرنا چاہتے ہیں اس میں یہ خوبی ہے کہ یہ وعظ ونصیحت ہے۔ دوسری بات جو قرآن کریم کے متعلق یہاں ہوئی ہے وہ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ہے۔ یعنی جو گند اور بیماری سینوں میں ہوتی ہے اس کے لئے یہ کتاب بطور شفا کے ہے۔ قرآن کریم میں تمام روحانی بیماریوں کا تعلق صدور یا دلوں سے قرار دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (النَّاسِ:5 تا7)

اس میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ پناہ مانگو اس وسوسہ ڈالنے والے شیطان سے جو ہر قسم کا وسوسہ ڈال کر شرارت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ یہاں ایک بنیادی اصول کا ذکر فرمایا کہ تمام گناہ شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور شیطان وسوسہ ڈال کر خود غائب ہو جاتا ہے اور جس کے دل میں وہ وسوسہ ڈالتا ہے اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ وسوسہ ڈالنے والی ہستی شیطان تھی یا کوئی نیک ہستی تھی۔ اگر شیطان خنّاس نہ ہو اور وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹنے والا نہ ہو تو کوئی عقل مند انسان شیطانی وساوس کا شکار ہو کر روحانی بیماری میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ پس شیطان صرف وسواس ہی نہیں بلکہ خنّاس بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کریم شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ہے یعنی سینہ کی تمام روحانی بیماریوں کی شفاء اس میں پائی جاتی ہے۔ جو وسوسہ بھی شیطان دل میں ڈالے اُسے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک ہدایت اور ایک تعلیم دی ہوئی ہے۔ اگر تم غور سے کام لو، اگر تم اس کے مطالب اور معارف تلاش کرنے کی کوشش کرو اور جب شیطان تم پر حملہ آور ہو رہا ہو قرآن کریم ہاتھ میں لے کر تم اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تو وہ تم پر غالب نہیں آسکتا اور نہ تمہیں بیمار کر سکتا ہے بلکہ قرآنی نور تمہارے سینوں اور دلوں میں اس طرح پھیل جائے گا کہ شیطان جو ظلمت میں دیکھتا ہے اور نور سے ڈرتا ہے تمہارے سینہ ودل کے قریب بھی آنے کی جرات نہیں کر سکے گا۔ تو فرمایا کہ ہماری یہ تعلیم (قرآن کریم) ایک شفاء ہے اور اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ جو بشارتیں یہ دیتا ہے جب وہ پوری ہو جاتی ہیں تو وہ شفاء کا کام دیتی ہیں اور شیطان کے اس وسوسہ کو دور کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو ترقیات، کامیابیوں اور فتح ونصرت کے وعدے کئے تھے وہ جھوٹے تھے وہ پورے نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی بشارتیں ایک لمبا عرصہ گزرنے اور منکرین کو ٹھٹھا اور استہزاء کر لینے کا موقعہ دینے کے بعد پوری ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللهُ وَرَسُوْلُهٗ إِلَّا غُرُوْرًا۔ (احزاب:13)

یعنی جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے کہنے لگ گئے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے ایک جھوٹا وعدہ کیا تھا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے خیالات کو دور کرنے کا ذکر سورہ توبہ میں اس رنگ میں کیا ہے قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللهُ بِأَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (التوبة:14) کہ یہ لوگ تمہارے مقابلے میں تلواریں لے کر نکلے ہیں۔ ہماری طرف سے تمہیں یہ بشارت ہے کہ تم کامیاب ہو گے ناکام نہیں ہو گے۔ ناکامی ان منکروں اور منافقوں کی قسمت اور حصّہ میں ہے۔ تم ان سے لڑو اور جنگ کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو پہلی قوموں کی طرح تمہیں جنگ کی دعوت نہ دیتا بلکہ خود آسمانی عذاب سے ان کو ہلاک کر دیتا لیکن خدا نے تمہیں خوش کرنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دلوائے گا اور ان کو رُسوا کرے گا اور آسمانی نصرت تمہیں حاصل ہو گی، تا دنیا دیکھے کہ جو خدا کے ہو جاتے ہیں اور جنہیں خدا کی نصرت حاصل ہوتی ہے وہ تھوڑے، کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنے طاقتور، امیر اور ہر طرح ہتھیاروں سے لیس دشمن پر غالب آتے ہیں۔ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اس طریق پر نشانات کو پورا کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے دلوں کو شفاء دیتا ہے اور شیطانی وساوس سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ شِفَآءٌ کے معنی صرف یہی نہیں کہ پہلے بیمار ہو اور پھر اسے صحت ہو جائے۔ شِفَآءٌ کے معنی یہ بھی ہیں کہ بیماری سے محفوظ کر لے۔ جیسا کہ آج کل بھی بعض دوائیں بیماری سے محفوظ کرنے کے لئے دی جاتی ہیں۔ مثلاً ہیضہ وغیرہ کے ٹیکے لگتے ہیں۔ اس وقت ہیضہ کا مرض لاحق تو نہیں ہوتا بلکہ وہ ٹیکہ ہیضہ سے محفوظ رکھنے کے لئے لگایا جاتا ہے۔ اس معنی میں بھی يَشْفِ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ تو فرماتا ہے کہ جو بشارتیں، جو آسمانی نشان اور آیات کے وعدے تمہیں دیئے گئے ہیں۔ مَیں انہیں پورا کرتا ہوں تا کہ تم شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہو اور ان سے تمہیں ہمیشہ نجات ملتی رہے۔

قرآن کریم نے شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ کی تفسیر میں مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔ مَیں نے اس وقت صرف ایک مثال اپنے دوستوں اور بھائیوں کے سامنے بیان کی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب مَوْعِظَةٌ اور شِفَآءٌ ہی نہیں بلکہ هُدًى بھی ہے۔ جسمانی لحاظ سے اگر آپ غور کریں تو جس شخص نے جسمانی نشو ونما حاصل کرنی ہو۔ اپنی جسمانی قوّتِ توں اور استعدادوں کو اپنے کمال تک پہنچانا ہو اور اپنی زندگی کو کامیاب بنانا ہو اس کے لئے پہلے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم کی بیماری سے محفوظ ہو۔ تو فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم میں ایسا انتظام کر دیا ہے کہ تمام وہ روحانی بیماریاں جو شیطانی جراثیم سے پیدا ہوتی ہیں، پہلے ان بیماریوں کو دُور کر دیا جائے اور مؤمنوں کے روحانی وجود میں کوئی شیطانی وسوسہ باقی نہ رہنے دیا جائے اور اس طرح ان کا وجود روحانی طور پر صحت مند وجود ہو جائے۔ لیکن اتنا ہی کافی نہیں۔ یہاں سے تو اصل کام شروع ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ چونکہ تم روحانی ترقیات کے حاصل کرنے کے قابل ہو گئے ہو۔ اس لئے اس مرحلہ پر بھی یہ کتاب تمہاری راہنمائی کرتی ہے۔ فرمایا۔ هُدًى یہ قرآن تمہارے لئے ہدایت بھی ہے۔ عربی زبان کے لحاظ سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کتاب میں ایسی تعلیم نازل کی گئی ہے جو آج ہی نہیں بلکہ قیامت تک انسان کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اس کی راہنمائی کرتی چلی جائے گی۔ (کیونکہ اس آیت میں یٰاَیُّھَا النَّاسُ سے خطاب کیا گیا ہے) وہ قرآنی ہدایت رضاءِ الٰہی کی راہوں پر گامزن ہونے کا طریقہ بتلاتی ہے اور بتلاتی چلی جائے گی۔ وہ روحانی ترقیات کی غیر محدود راہیں اس پر کھولتی ہے اور کھولتی چلی جائے گی اور ہر منزل پر پہنچ کر اسے ایک اور نئی بلندی اور رفعت عطا کرتی ہے اور پہلے سے بڑھ کر اخلاص اور وفا اور قربانی کا عملی نمونہ اسے پیش کرنے کی توفیق دیتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مردِ مؤمن ایثار اور محبت کی انتہائی رفعتوں کو اس کی اور محض اس کی برکت سے حاصل کر لیتا ہے اور اس کا انجام بخیر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے محبوب، اپنے مطلوب اور اپنے مقصود اور اپنی جنّت اور اپنے ربّ کی رضا کو پالیتا ہے۔ اس طرح انسان کے فطری قویٰ کو صحیح اور احسن راستہ پر چلانے کی طاقت اس کتاب میں رکھی گئی ہے۔ چوتھی بات اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مجید کے متعلق یہ فرمائی ہے کہ یہ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ہے۔ رحمۃ کا لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں۔ انعام دینے والی، فضل کرنے والی، احسان کرنے والی اور اپنی مغفرت میں ڈھانپ لینے والی ہستی۔ تو فرمایا کہ ہم جو رحمٰن اور رحیم ہیں، رحمت کا منبع اور سرچشمہ ہیں۔ ہم نے قرآن مجید کو رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (مؤمنوں کے لئے بطور رحمت) نازل کیا ہے۔ تا اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر انسان ہماری رحمت اور مغفرت حاصل کرے اور اس کے ذریعہ سے روحانی بیماریوں کو دُور کرے پھر اس کی ہدایت کے فیوض کے نتیجہ میں وہ روحانی ترقی کرتا چلا جائے اور اس کا انجام بخیر ہو۔ لیکن فرماتا ہے کہ یہ بے شک هُدًى اور رَحْمَةٌ ہے۔ مگر هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ جن لوگوں پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ اگر وہ اس پر ایمان لانے کا اظہار اور اقرار نہ کریں اور اس کی بتائی ہوئی ہدایتوں کے مطابق اس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں اور اپنی زندگیوں کو قرآن کریم کے مطابق نمونہ بنانے کی سعی نہ کریں اور اگر وہ خدا کی نگاہ میں حقیقی مؤمن نہ بنیں تو یہ کتاب ان کے لئے رحمت نہیں زحمت ہو گی۔ کیونکہ ان کو ایک نور دیا گیا۔ لیکن انہوں نے اس نور پر ظلمت کو ترجیح دی، ایک روشنی انہیں عطا ہوئی، لیکن وہ اس روشنی سے بھاگ نکلے اور اندھیروں میں جا چھپے۔ ایک شِفَآءٌ آسمان سے ان کے لئے نازل ہوئی مگر انہوں نے گند کو اختیار کیا اور بیماری کو صحت پر ترجیح دی۔ پس جو مؤمن نہیں ان کے لئے یہ رحمت نہیں ہے، مگر جو مؤمن ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ان پر نازل ہو گا اور اس کی رحمتوں کے وہ وارث ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یہ فرمایا۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ کہ اپنے عقائد، اعمال اور اخلاقِ حسنہ پر غرور نہ کرنا۔ تم میں تکبّر، خود پسندی، خود نمائی اور ریا، پیدا نہ ہو۔ اپنے کو کچھ نہ سمجھنا۔ کسی خوبی کا مالک خود کو تصوّر نہ کرنا کہ تمہارا روحانی بیماریوں سے شفاء پا جانا اور رضاءِ الٰہی کی راہوں کو اختیار کر کے تمہارا انجام بخیر ہونا تمہاری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں، بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے وابستہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خوش ہو اور سرورِ ابدی کے جام پیو کہ تمہارا ربّ محض اپنے فضل سے تم پر رجوع برحمت ہوا اور اس نے محض احسان کے طور پر تمہیں وہ دیا جو دنیا کی تمام عزّتوں اور دنیا کی تمام وجاہتوں اور دنیا کی تمام لذّتوں اور دنیا کی تمام خوشیوں اور دنیا کے تمام اموال سے بہتر اور احسن ہے۔“

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 388 تا 398)

سامعین! پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اس آیت کے تحت ایک اَور جگہ فرماتے ہیں۔

”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آگئی ہے جو سراسر نصیحت ہے، موعظہ ہے اور وہ ہر اُس بیماری کے لئے جو سینوں میں پائی جاتی ہو، شفاء دینے والی ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ تُو ان سے کہہ دے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے وابستہ ہے۔ پس اسی پر انہیں خوشی منانا چاہیے جو مال و دولت وہ جمع کر رہے ہیں اس سے یہ نعمت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

جو آیات مَیں نے اس وقت تلاوت کی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم سے تم بارہ فوائد حاصل کرسکتے ہو اور ان کی طرف مَیں دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کوشش کریں اور کانشش ہو کے یعنی نیّت، خلوصِ نیّت کے ساتھ قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور جن باتوں کا مَیں اس وقت ذکر کروں گا جو ان آیات میں ہیں ان کی تفاصیل مختلف آیات میں پائی جاتی ہیں تلاوت کے وقت ان کو تلاش کریں اور یہ جادو نہیں کہ آپ نے پڑھ لیا اور آپ کو فائدہ ہو گیا یا آپ نے گلے میں باندھ لیا یا بازو پر لٹکا لیا جیسا کہ دنیا کے بعض علاقوں میں ہو رہا ہے تو وہ تعویذ کے طور آپ کو فائدہ پہنچانے لگے۔ اپنی تمام عظمتوں اور تمام اثرات اور تمام وعدوں اور بشارتوں کے ساتھ آپ کے حق میں اس وقت قرآن کریم فیصلہ دیتا ہے جب آپ قرآن کریم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے لگیں۔

پہلی بات یہاں یہ بیان ہوئی ہے کہ قرآن عظیم موعظہ ہے۔ اس کے عام طور پر معنی کرتے ہیں نصیحت کے۔ نصیحت کا لفظ انسان کے لئے بھی بولا جاتا ہے کہ ایک شخص نے فلاں کو نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے بھی قرآن کریم میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔ جب قرآن کریم میں یہ لفظ بولا جائے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے نصیحت اور موعظہ بنا کے بھیجا ہے تو اس کے معنی قرآن کریم کی لغت کے ماہر ہمارے جو بزرگ گزرے ہیں انہوں نے یہ کئے ہیں کہ ایسی تعلیم ایسی ہدایتوں پر مشتمل تعلیم جو انسان کو آمادہ کرتی ہے اصلاحِ نفس پر اور رجوع الی اللہ کی طرف مائل کرتی ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا تھا۔ رمضان کی آیات میں ہی کہ اگر میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو انہیں کہو کہ مَیں قریب ہوں۔ یہاں یہ ہے کہ مَیں قریب ہوں۔ میرے سے تعلق پیدا کرو۔ رجوع الی اللہ کی طرف تعلیم دینے والی یہ کتاب ہے اس لئے جو طریقے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور رجوع الیہ کے بتائے ہیں قرآن کریم میں وہ ہمارے سامنے آتے رہنے چاہئیں۔ تلاوت کے وقت اس طرح نہیں تلاوت کرنی چاہیے جس طرح تیز گاڑیاں دنیا میں چل رہی ہیں یا ہوائی جہاز اُڑ رہے ہیں۔ بعض دفعہ تو ایسی آواز نکلتی ہے۔ مَیں نے سنا ہے قرآن کریم پڑھنے والوں کے منہ سے کہ یہ ان کو بھی نہیں سمجھ آتی ہوگی کہ ہم سے کیا لفظ ادا ہو رہے ہیں یعنی ان کے کانوں کو۔ ان کی آنکھیں تو دیکھ رہی ہوں گی لفظ لیکن ان کے کان نہیں تمیز کرسکتے ہوں گے کہ یہ کون سا نقطہ میری زبان بول گئی۔ اس لئے قرآن کریم نے آہستگی سے، سمجھ سمجھ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيلًا (المزمل:5) کا حکم دیا تا کہ ساتھ ساتھ انسان کی توجہ غور کرے اور فائدہ حاصل کرے۔ سبق اسے ملے اور پھر اس کی نیّت کرے کہ مَیں نے اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنی ہے۔

دوسری چیز اس میں یہ ہے کہ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ سینہ کی تمام بیماریوں کے لئے یہ شفاء ہے۔ یہ عربی کا یا قرآن کریم کا محاورہ ہے۔ انگریزی میں ایک لفظ ہے مائنڈ (mind) اور ہارٹ (Heart)۔ یہ دونوں انگریزی زبان محض لوتھڑے کے معنی میں استعمال نہیں کرتے جو ہمارے سینے میں دھڑک رہا ہوتا بلکہ جو عقل کا نقطہ اور سرچشمہ ہے جس سے علم کے سَوتے پھوٹتے ہیں اس کو بھی انگریزی میں مائنڈ (mind) اور ہارٹ (Heart) کہتے ہیں اور عربی زبان میں عقل کہتے ہیں جو ہمارے سینہ میں دھڑک رہا ہوتا ہے اس کو بھی کہتے ہیں دل اور قلب اور اس کو بھی کہتے ہیں جو عقل اور علم کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ تو روح کا تعلق دل کے دھڑکنے کے ساتھ نہیں۔ روح کا تعلق اس خداداد عقل اور فراست اور علم کے ساتھ ہے جو روح کی پرورش کرتا ہے علم اور جو راہیں روح کی نشوونما کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتائی ہیں ان راہوں کی طرف لے کے جاتا اور ان پر روح کی کوشش کو قائم کرتا ہے۔

قرآن کریم میں بعض دوسری جگہ اس کی وضاحت بھی کی۔ مثلاً فرمایا کہ آنکھوں کی بصارت کا ذکر ہم نہیں کرتے۔ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (الحج:47) جو دلوں میں قلوب ہیں یعنی مائنڈ (mind) اور وہ عقل کا سرچشمہ اور علم کا جو ہے وہ اندھا ہو جاتا ہے اور اس میں امام راغب کہتے ہیں عقل کی طرف اور علم کی طرف اشارہ ہے اور اندھاپن بھی ہے یعنی جو عقل اندھی بھی ہوتی ہے۔

ہمارے اردو میں بھی محاورہ آ گیا ہے اور عقل بہری بھی ہوتی ہے یعنی جو اس کے فائدہ کی بات ہے وہ سننے کے لئے تیار۔ ایک لڑائی ہو جاتی ہے۔ مادی دلچسپیوں کی روحانی حقائق کے ساتھ اور عقل جو ہے وہ مادی دلچسپیوں میں کھوئی جاتی ہے اور گم ہو جاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے اور مر جاتی ہے اور جس غرض کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اس غرض کو وہ پورا نہیں کر رہی ہوتی یا اسے خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کی بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کے نتیجہ میں حیات ملے۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر کان دھرو اس کے لئے کہ تمہیں وہ اس لئے بلا رہے ہیں کہ تمہیں زندہ کریں لیکن اس قسم کا بہرہ پن جو ہے یہ بھی ایک بیماری ہے۔ جس کی شفاء قرآن کریم کہتا ہے کہ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ قرآن کریم دل کی، مائنڈ (mind) کی، عقل کی، علم میں جو گھن لگ جاتا ہے وہ تمام بیماریوں کی دوا ہم نے اس کے اندر رکھی ہے اور یہ ایک فلسفہ نہیں۔ یہ احمدیوں کو یاد رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہم عملی زندگی میں خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل نہیں کرسکتے۔ یہ محض ایک علمی مسئلہ نہیں۔ نہ یہ کوئی فلسفہ ہے بلکہ پہلوں کو چھوڑو۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد لاکھوں کروڑوں وہ پیدا ہوئے جنہوں نے قرآن کریم پر عمل کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو پایا اور اللہ تعالیٰ پیار سے ان کے ساتھ ہم کلام ہوا اور ان کا دوست بنا۔ دوست بنا مَیں نے کہا اس لئے کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ دوست بن جاتا ہے لیکن کہاں انسان اور کیا حیثیت انسان کی اور کہاں خدا اور اس کی بزرگی اور عظمت اور علوّ اور کبریائی لیکن یہ اس کا

فضل اور رحمت ہے کہ وہ اپنے حقیر بندہ کو کہتا ہے کہ مَیں تیرا دوست بن جاؤں گا اگر تو میرے احکام پر چلے گا اور لاکھوں کروڑوں نے اپنی عملی زندگی میں اس کا تجربہ حاصل کیا اور سب سے بڑی دلیل ان لوگوں کی زندگیاں دہریت کے خلاف ہیں یعنی جو خدا تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں ساری تاریخ انسانی سے وہ انکار کر رہے ہیں۔ بہر حال ایک چیز جو ہمیں قرآن کریم دیتا ہے اور رمضان میں خاص طور پر اس طرف توجہ کر کے ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ کا پیار اور سینے کی ہر قسم کی بیماریوں سے شفاء کا حصول ہے۔

ہدایت-ہدایت کے قرآن کریم نے اس لفظ کو یعنی راہنمائی کرنا۔ سیدھا راستہ دکھانا جو کامیابی کی طرف لے جانے والا ہے۔ کس کام میں کامیابی؟ اصل یہ سوال پھر آجاتا ہے۔ تو قرآن کریم نے تو سینکڑوں جگہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کی روحانی اور اخلاقی کامیابیوں کا ذکر کر کے قرآن کریم کو ہدایت کہا۔ وہ تو بیان نہیں ہو سکتیں، ایک خطبہ میں نہیں ہو سکتیں۔ میرے خیال میں ایک زندگی میں بھی بیان ہونا مشکل ہے۔ مگر بہر حال بنیادی چیز یہ ہے کہ مقصدِ حیات ایک ہے ہمارا۔ ہمیں کیوں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ-(الذریت:57) اس لئے پیدا کیا کہ ہم اس کے عبد بنیں۔ اس کا رنگ اپنی زندگی پہ چڑھائیں۔ اس کے ہم رنگ ہو جائیں۔ وہ پاک ہے۔ پاکیزگی اس کے فضل سے ہماری زندگی میں پیدا ہو اور ایک ذاتی تعلق۔ زندہ تعلق، زندہ خدا کے ساتھ ہو جائے جس کے نتیجہ میں ہر وہ رحمت جو مل سکتی ہے، وہ ہمیں ملے۔ تو بنیادی اس وقت مَیں نے ایک بات کی کہ ہدایت حصول مقصدِ حیات کی کوشش میں کامیابی کی راہیں ہم پر کھولتی ہے اور مؤمنوں کے لئے رحمت ہے۔ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔

هُدًى وَّرَحْمَةٌ بعض جگہ آگیا۔ یہاں بیان کر دیا یہ ہر جگہ میں چلے گا۔ شرط ہے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کہا اسے کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (الصّٰفّٰت:103) مَیں نے بتایا تھا یہیں کسی خطبہ میں کہ یہ اسلام کی روح ہے۔ جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے وہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فارسی کلام میں ایک بڑا عجیب شعر کہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ خدا کا پیار حاصل کرنا کوئی مشکل تو نہیں ہے۔ وہ جان مانگتا ہے، جان دے دو۔ خدا کا پیار مل جائے گا۔ یعنی خدا تعالیٰ کے پیار کا حصول اتنی عظمت رکھتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں جان دینا بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کو میری رحمت نے احاطہ کیا ہوا ہے۔ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (الاعراف:157) اور جو میری پناہ میں آجائیں گے اپنے اعمال اور اپنی دعاؤں کے نتیجہ میں ان کے لئے مَیں اس رحمت کو لکھ دوں گا اور پانچویں چیز جو یہاں بیان ہوئی ہے بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ یہ سب کچھ اپنی جگہ درست لیکن سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ہوتا ہے یعنی اس کے فضل اور رحمت کو حاصل کرنا بھی اس کے فضل اور رحمت پر موقوف ہے۔ اس لئے جہاں ہمیں اعمالِ صالحہ بجالانے کا حکم ہوا وہاں دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کو جذب کرنے کا بھی حکم ہوا تا کہ ہمارے حقیر اعمال جو ہیں وہ اس کی نگاہ میں مقبول ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا انسانی زندگی کی خوشیاں جو ہیں وہ اس بات پر موقوف ہیں۔ ایک نئی بات ہے یہاں ہمیں جوش دلانے کے لئے کہ جو مال و دولت وہ دنیا جمع کر رہی ہے اور بڑا جمع کر لیا کوئی شک نہیں یعنی بے شمار کہا جا سکتا ہے ان کا مال و دولت۔ بڑی ترقی کی۔ سائنس میں، علم میں، ستاروں تک پہنچ گئے۔ زمین کے ذخائر باہر نکال لئے۔ وہ ہزاروں سال سے جو پٹرول زمین کی گہرائیوں میں چھپا تھا۔ سویا ہوا آرام کر رہا تھا اس کو جا کے جھنجھوڑا، ہلایا، بیدار کیا، باہر نکال لیا چھلانگیں مارتا ہوا وہ سوراخوں سے باہر آگیا اور پیسے اس سے کمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے ہی ان ساری چیزوں کو۔ اس ساری دولت کو اس سارے مال کو پیدا کیا تھا ان کے لئے۔ اس زندگی کے لئے لیکن جو ذکر ان آیات میں مَیں نے کیا ہے جو تم مجھ سے حاصل کر سکتے ہو۔ اصل خوشی انسانی زندگی کی اس پر ہے۔ جو مال و دولت وہ جمع کر رہے ہیں اس پر نہیں ہے۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یہ بے شمار گنا زیادہ بھلائی اور خوشحالی کا موجب ہے خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کے پیار کو حاصل کرنا۔"

(خطبات ناصر جلد نہم صفحہ 179، 185)(انوار القرآن جلد 2 صفحہ 271-282)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا۔

" روحانی دنیا میں بھی جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ایسی ہی کیفیتیں ہوا کرتی ہیں اور جس طرح ان بیماریوں سے بچنے کے لئے دنیا کے اہل علم ان کی نشاندہی کرتے ہیں، خطرات سے پوری طرح متنبّہ کرتے ہیں (Precautionary Measures) حفاظتی اقدامات جو پیش بندی کے طور پر کئے جاتے ہیں ان سے متعلق آپ کو بتاتے ہیں اور بہت سی ایسی بیماریوں سے انسان اس علم کی بناء پر بچ سکتا ہے کہ وہ بیماریاں کیا ہیں، کہاں کہاں پائی جاتی ہیں کس طرح پھیلتی ہیں، اور ان کے دفاع کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ قرآن کریم ایک ایسی کامل روحانی امراض کی شفا کی کتاب ہے کہ جس نے صرف بیماریوں میں مبتلا ہونے کے بعد شفا کے گر نہیں سکھائے بلکہ بیماریوں میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی ان کے متعلق ہر قسم کے احتمالات سے ہمیں متنبّہ کر دیا اس تفصیل سے ہر روحانی مرض خواہ وہ انفرادی ہو یا قومی ہو اس کے اوپر روشنی ڈالی ہے کہ آدمی حیران رہ

جاتا ہے۔ ایک بیماری ان بیماریوں میں سے ایسی ہے جو قوم کے Moral کو گرانے والی ہے، قوم کو مایوس کرنے والی ہے اور خطرات کے وقت یا شدید ابتلاؤں کے وقت اگر وہ کسی قوم کو لاحق ہو تو اس کی تقدیر کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ جتنی قومیں بھی بعض ایسی روحانی بیماریوں کا شکار ہو کر بازیاں ہار جایا کرتی ہیں۔''

(خطباتِ طاہر جلد 6 صفحہ 609)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

'' حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپؑ کے مشن کو اللہ تعالیٰ کی خاص راہنمائی میں جاری رکھنا خلافت کا کام ہے اور قرآن کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا ہمارا سب سے بڑا مشن ہے تا کہ دنیا کامل اور مکمل علاج سے فیض پاتے ہوئے اپنی روحانی شفاء کا بھی انتظام کر سکے۔ آج جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کی قائم کردہ جماعت پر لوگ اعتراض کرتے ہیں، وہ اپنی حالت دیکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کیا علماء اور مفسرین کے ہونے کے باوجود قرآن کریم کا یہ دعویٰ کہ وہ تمہارے سینوں کی کدورتیں دُور کر کے انہیں شفاء دیتا ہے۔ مسلمانوں کو کوئی فیض پہنچا رہا ہے؟ مجموعی طور پر مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ اس بات کی نفی کر رہی ہے۔ باوجود اس کے قرآن کریم موجود ہے اُن کے زُعم میں ان کے علماء اور مفسّرین موجود ہیں، لیکن وہ فیض انہیں حاصل نہیں ہو رہا۔ تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نعوذ باللہ قرآن کریم کی تعلیم میں کوئی کمی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اگر جھوٹ ہے تو اس نام نہاد دعویٰ کرنے والوں کے عملوں میں ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں کسی مسیح اور مہدی کی ضرورت نہیں ہے۔ جو اپنے عمل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کر رہے ہیں۔ قرآن کریم تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی مومنین کے لئے شفاء ہے۔......سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (یونس: 58) کہ اے انسانو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت کی بات آچکی ہے۔ اسی طرح جو بیماری سینوں میں ہے اس کی شفاء بھی اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت بھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ وہ خدا جو تمام کائنات کا ربّ ہے۔ زمین آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی ربوبیت سے باہر ہے۔ پس اس کلام کو معمولی نہ سمجھو اور نہ ہی اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معمولی سمجھو جس پر یہ کلام اترا ہے۔ وہ رسول جس کو ہم نے رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجا ہے وہ اس صفت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس کلام کے ذریعہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم عذاب سے بچ سکو۔ وہ تمہارے سینوں کو بیماریوں سے پاک کرتا ہے تا کہ تم روحانیت میں ترقی کر سکو۔ وہ تمہاری ہدایت اور رحمت کا سامان کرتا ہے جس سے ہدایت پاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے والے بنو اور جب یہ سب کچھ ہو گا تبھی تم مومن کہلانے کے حقدار بنو گے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کتاب اتار کر اللہ تعالیٰ نے کُل انسانیت پر احسان کیا ہے۔

یہ ایسا کامل کلام ہے جس میں وہ تمام نصائح موجود ہیں۔ ان تمام اوامر و نواہی کا ذکر ہے جو انسان کو با اخلاق انسان بنا کر پھر باخدا انسان بناتے ہیں۔ پس ایسی کامل کتاب سے اے لوگو! فیض پانے کی کوشش کرو تا کہ تمہاری دنیا بھی سنور جائے اور تمہاری آخرت بھی سنور جائے۔ اس دنیا اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے لگو۔ پس یہ ایک انتہائی پیارا انداز ہے قرآن کریم کا اور اگر ایک عقلمند آدمی، ایک عقلمند انسان اس پر غور کرے تو یہ بات اس الزام کا رَدّ ہے جو اسلام پر لگایا جاتا ہے کہ اسلام سختی سے اپنے دین کے پرچار اور اپنے احکامات کو ٹھونسنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو تمہارے رب کی طرف سے نصیحت ہے اور یہ تمہارے فائدے کے لئے ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جتھا بنا کر طاقتور بنانے کے لئے نہیں ہے یا انسانوں کو زیر کر کے ان پر اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ خالصتاً تمہارے فائدے کے لئے ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/دسمبر 2008ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: زاہد محمود۔ تمثیل احمد)